

## 49023- دین اسلام میں کتنے درجے ہیں؟

### سوال

دین اسلام میں کتنے درجے ہیں؟ اور ہر مرتبے کی خصوصیات کیا ہیں؟ نیز یہ بھی بتائیں کہ اسلام، ایمان اور احسان میں کیا فرق ہے؟ اسی طرح یہ بھی وضاحت کر دیں کہ محسین کو احسان کا کون سامنقام ملتا ہے؟

### جواب کا خلاصہ

دین اسلام میں تین درجات ہیں: اسلام، ایمان، اور احسان۔ ان میں سے ہر درجے کا مخصوص مضموم اور معنی ہے، اور اس کے ارکان بھی ہیں، جن کی تفصیلات آپ کو مفصل جواب میں ملیں گی۔

### پسندیدہ جواب

#### مشمولات

- پہلا درجہ: اسلام
- دوسرا درجہ: ایمان
- اسلام اور ایمان میں فرق
- تیسرا درجہ: احسان
- محسین کا مقام و مرتبہ

دین اسلام میں تین درجات ہیں: اسلام، ایمان، اور احسان۔ ان میں سے ہر درجے کا مخصوص مضموم اور معنی ہے، اور اس کے ارکان بھی ہیں۔

### پہلا درجہ: اسلام

اسلام کا لغوی معنی: فرمانبرداری اور اطاعت گزاری ہے۔

جبکہ شرعی طور پر لفظ اسلام کا معنی استعمال کے حساب سے دو الگ الگ معانی دیتا ہے:

پہلا استعمال: جس وقت لفظ اسلام کے ساتھ ایمان کا تذکرہ نہ ہو تو پھر ایسی صورت میں اسلام کے اصولی اور فروعی تمام امور مراد ہوتے ہیں، اس میں قولی، فعلی اور تمام اعتقادی پھریزیں بھی شامل ہوتی ہیں، مثلاً: فرمان پاری تعالیٰ ہے: **{إِنَّ اللَّهَ عَزَّ ذِي الْكُوْنَةِ إِنَّمَا يُحِبُّ اللَّهُ الْمُسْلِمُونَ}**. ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ کے ہاں دین اسلام ہے۔ [آل عمران: 19] اسی طرح فرمان پاری تعالیٰ ہے: **{وَرَضِيَ اللَّهُ عَزَّ ذِي الْكُوْنَةِ عَنِ الْمُسْلِمِينَ}**. ترجمہ: اور میں نے تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا ہے۔ [المائدۃ: 3] اسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا: **{وَمَنْ يَتَّقِ غَيْرَ إِلَهٌ إِلَّا إِنَّمَا يُتَّقِّلُ مِنْهُ}**. ترجمہ: اور جو کوئی بھی اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے تو اس سے وہ بھی قبول نہیں کیا جائے گا۔ [آل عمران: 85] ان تمام آیات کو مد نظر رکھتے ہوئے کچھ اہل

علم نے اسلام کی شرعی تعریف کچھ یوں بیان کی ہے:

اللہ تعالیٰ کی وحدائیت کا اقرار اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتے ہوئے اپنا سب کچھ اللہ کے سپرد کر دینا، اور شرک و مشرکوں سے لائق اپنا نے کا نام اسلام ہے۔

دوسر استعمال: لفظ اسلام کو ایمان کے ساتھ ملا کر ذکر کیا جائے، تو ایسی صورت میں اسلام سے مراد ظاہری اقوال و افعال ہوتے ہیں، جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قَاتِلُ الْأَعْرَابَ أَمْنَاقُ لَمْ تُمْنَا وَلَكُنْ قَوْلُ أَسْلَنَا وَلَا يَدْغُلُ الْإِيمَانُ فِي قَوْبَمْ﴾

ترجمہ: خانہ بد و شوئ نے کہا: ہم ایمان لے آئے۔ کو: تم ابھی ایمان نہیں لائے، لیکن تم کو: ہم اسلام قبول کر جائے؛ کیونکہ ابھی تک ایمان تمہارے دلوں تک داخل نہیں ہوا۔

[اکابر: 14]

عامر بن سعد بیان کرتے ہیں کہ سعد بن ابی وقار رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن ابو وقار کی موجودگی میں چند لوگوں کو کچھ عظیم دیا، تو سعد کہنے لگے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے ایک شخص کو کچھ نہ دیا۔ حالانکہ وہ ان میں مجھے سب سے زیادہ پسند تھا۔ میں نے کہا حضور آپ نے فلاں کو کچھ نہ دیا، اللہ کی قسم! میں اسے مومن سمجھتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (مومن یا مسلمان؟) سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: میں تھوڑی دیر چپ رہا پھر دوبارہ اس شخص کے بارے میں اپنی معلومات کی بنابر بول اٹھا کہ: حضور آپ نے فلاں کو کچھ نہ دیا، اللہ کی قسم! میں اسے مومن سمجھتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (مومن یا مسلمان؟) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا: اے سعد! باوجود یہ کہ ایک شخص مجھے زیادہ عزیز ہے (پھر بھی میں اسے نظر انداز کر کے) کسی اور کو اس خوف کی وجہ سے مال دے دیتا ہوں کہ (وہ اپنی کمزوری کی وجہ سے اسلام سے پھرنا جائے اور) اللہ اسے آگ میں اونڈھانے ڈال دے۔" اس حدیث کو امام بخاری: (27) اور مسلم: (150) نے روایت کیا ہے۔

تو سعد رضی اللہ عنہ نے کسی کے بارے میں قسم اٹھا کر کہا کہ: "اللہ کی قسم! میں اسے مومن سمجھتا ہوں" تو اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار فرمایا: "مومن یا مسلمان؟" یعنی مطلب یہ ہے کہ: تمہیں اس کے مومن ہونے کے بارے میں علم نہیں ہے؛ کیونکہ ایمان دل کا معاملہ ہے، جبکہ آپ کو صرف اس کے اسلام کا علم ہے جو کہ ظاہری اعمال پر بولا جاتا ہے۔

## دوسر اور جھ: ایمان

لغوی طور پر ایمان کا معنی ہے: ایسی قلبی تصدیق جس کا نتیجہ قبول کرنا اور تابع فرمان ہو جانا ہو۔

شرعی طور پر ایمان کا مفہوم بھی استعمال کے اعتبار سے الگ الگ ہے، لفظ ایمان کے استعمال کی بھی دو حالتیں ہیں:

پہلی حالت: صرف لفظ ایمان استعمال ہو، ساتھ میں اسلام کا لفظ نہ آئے تو ایسی صورت حال میں سارے کا سارا دین ایمان سے مراد یا جاتا ہے، جیسے کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿اللَّهُ وَلِيُ الَّذِينَ آمَنُوا هُنَّ بَشِّرٌ مِّنَ الظَّلَمَاتِ إِلَى النُّورِ﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان والے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں اندھیروں سے نور کی جانب نکالتا ہے۔ [البقرة: 257]

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ بھی فرمان ہے کہ: ﴿وَطَلِيَ اللَّهُ فَوْتَكُلُوا إِنَّ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ﴾۔ ترجمہ: اگر تم ایمان والے ہو تو صرف اللہ تعالیٰ پر ہی توکل کرو۔ [المائدۃ: 23]

اسیے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: (جنت میں صرف اہل ایمان بھی جائیں گے۔) اسے مسلم: (114) نے روایت کیا ہے۔

ان تمام دلائل کی روشنی میں سلف صاحبین کا اس بات پر اجماع ہے کہ : ایمان دل سے تصدیق، زبان سے اقرار اور اعضا سے عمل کا نام ہے، اس میں قلبی اعمال بھی شامل ہیں، نیز نیکی کرنے سے ایمان بڑھتا ہے اور گناہ کرنے سے کم ہوتا ہے۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ایمان دار اسی کو قرار دیا ہے جو ظاہری اور باطنی ہر اعتبار سے دینداری پر کار بند رہے، جیسے کہ فرمان باری تعالیٰ ہے :

**إِنَّمَا أَنْوَمُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجَلَّتْ قُوَّتُهُمْ وَإِذَا نُذِيقَتْ طَيْفُهُمْ أَيْمَنًا وَطَلَّيْرَبُخْمَ يَتَّهَمُونَ \* الَّذِينَ لَيَقِنُونَ الصَّلَاةَ وَعَنَازَرَقَاهُمْ يَتَّهَمُونَ \* أُولَئِكَ هُمُ الْأَنْوَمُونَ حَتَّىَهُمْ وَرَجَاتُهُمْ رَبِيعُهُمْ وَمَغْزِرَةُ وَرِزْقِهِمْ).**

ترجمہ : سچے مومن تو وہ ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل کا نپ اٹھتے ہیں اور جب اللہ کی آیات انہیں سنائی جائیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے اور وہ اپنے پروار دکار پر بھروسار کھتے ہیں۔ [2] یہ وہ لوگ ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں عطا کیا ہوا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ [3] یہی لوگ سچے مومن ہیں ان کے لیے ان کے رب کے ہاں بلند درجات، مغفرت اور نہایت عزت افرانی والا رزق ہے۔ [الاغفال: 4-2]

اللہ تعالیٰ نے ان تمام چیزوں کو اپنے ایک فرمان میں ذکر کرتے ہوئے ایمان کی تفسیر اور وضاحت بھی بیان فرمائی ہے، چنانچہ فرمان باری تعالیٰ ہے :

**وَلَكُنَ الْأَمْمَنْ آمِنْ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآتِرِ وَالنَّلَّاَتِ وَالنَّقَابِ وَالثَّبَيْنِ وَآتَى النَّاسَ عَلَىٰ حِلْيَهِ ذُوِيِّ الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْسَّاكِنَىٰ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالثَّالِتِينِ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقْاتَمِ الصَّلَاةَ وَآتَىِ الرِّجَاهَةَ وَالنَّوْفُونَ يَتَّهَمُونَ هُمْ إِذَا عَانُهُمْ وَأَذْهَابِرِينَ فِي الْأَبْسَاءِ وَالْعَرَاءِ وَحِينَ الْأَبْأَسِ).**

ترجمہ : نیکی یہی نہیں کہ تم اپنا رخ مشرق یا مغرب کی طرف پھیر لو۔ بلکہ اصل نیکی یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ پر، روز قیامت پر، فرشتوں پر، کتابوں پر اور نبیوں پر ایمان لائے۔ اور اللہ سے محبت کی خاطر اپنا مال رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، سوال کرنے والوں کو اور غلامی سے نجات دلانے کے لیے دے۔ نماز قائم کرے اور زکاۃ ادا کرے۔ نیز (نیک لوگ وہ ہیں کہ) جب عمد کریں تو اسے پورا کریں اور بدحالی، مصیبت اور جگ کے دوران صبر کریں۔ [البقرة: 177] پھر اس کے بعد ان سب خوبیوں کو ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

**أُولَئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّهَمُونَ).** ترجمہ : ایسے ہی لوگ راست بازیں اور یہی لوگ متنقی میں۔ [البقرة: 177]

ایسے ہی نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان تمام اعمال کا ذکر کر کے ایمان کی وضاحت و فد عبد القیس کی حدیث میں فرمائی ہے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے : (میں تمہیں صرف ایک اللہ پر ایمان لانے کا حکم دیتا ہوں۔) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا جانتے ہو کہ ایک اللہ پر ایمان لانے کا کیا مطلب ہے؟ تو انہوں نے کہا : اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : (اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبد برحق نہیں، اور محمد اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکاۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا، اور یہ کہ تم مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ ادا کرو۔) اس حدیث کو امام بخاری : (53) اور مسلم : (17) نے روایت کیا ہے۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے روزے جو ایمان اور ثواب کی امید سے رکھے گئے ہوں کو بھی ایمان قرار دیا، اسی طرح امانت کی ادائیگی، جہاد، حج، جنازہ دفنانے کے لیے جانا وغیرہ ان سب اعمال کو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کا حصہ قرار دیا ہے۔ جیسے کہ صحیح حدیث میں ہے کہ : (ایمان کی ستر سے زائد شاخیں ہیں، سب سے بلند شاخ لا الہ الا اللہ کا اقرار ہے، اور سب سے کم راستے سے تکلیف وہ چیز کو ہٹانا ہے۔) اس حدیث کو امام بخاری : (9) اور مسلم : (35) نے روایت کیا ہے۔ اس حوالے سے آیات اور احادیث بہت زیادہ موجود ہیں، جن کے تذکرے سے گفتگو لمبی ہو جائے گی۔

دوسری حالت : لفظ ایمان کو اسلام کے ساتھ ملا کر استعمال کیا جائے، تو اس صورت میں ایمان سے مراد قلبی اعتقادات اور نظریات ہوں گے، جیسے کہ حدیث جبریل اور جسی دیگر احادیث میں ہے، اس کی ایک مثال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت جائزے کی دعا میں بھی موجود ہے کہ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے : **اللَّمَّا مَنْ تَوَفَّفَهُ طَلَّيْلِي الْإِيمَانَ** یعنی : یا اللہ تو ہم میں سے جسے زندہ رکھے اسے اسلام پر زندہ رکھ اور ہم میں سے توجہے فوت کر لے تو اسے ایمان پر فوت فرم۔ اس حدیث کو

ترمذی رحمہ اللہ (1024) نے روایت کیا ہے اور اسے حسن صحیح فرار دیا، نیز ابافی رحمہ اللہ نے اسے صحیح سنن ترمذی : (1/299) میں صحیح فرار دیا ہے۔ جائزے کی دعائیں یہ تفریق اس لیے ہے کہ جسمانی اعضا سے اعمال زندگی میں ممکن ہوتے ہیں، جبکہ موت کے وقت صرف قلبی اعمال اور اعتقادات ہی ممکن ہوتے ہیں۔

## اسلام اور ایمان میں فرق

خلاصہ یہ ہے کہ: جب لفظ اسلام اور ایمان دونوں الگ استعمال ہوں تو پھر دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے، بلکہ دونوں سے ہی پورے کا پورا دین مراد ہوگا، اور اگر دونوں میں فرق بیان کرنا ہو تو پہلے اس تفریق کو بیان کیا جا چکا ہے، یعنی: اسلام ظاہری جسمانی عبادات سے تعلق رکھتا ہے، جبکہ ایمان قلبی امور سے تعلق رکھتا ہے۔ یہی بات حدیث جبریل میں موجود ہے، جیسے کہ امام مسلم رحمہ اللہ حدیث نمبر: (8) میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ: "ایک دن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ اچانک ایک شخص ہمارے سامنے نمودار ہوا۔ اس کے کپڑے انتہائی سفید اور بال انتہائی سیاہ تھے۔ اس پر سفر کا کوئی اثر و کھانی دیتا تھا نہ ہم میں سے کوئی اسے پہچانا تھا حتیٰ کہ وہ آکر نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ گیا اور اپنے گھٹنے آپ کے گھٹنوں سے ملا دیے، اور اپنے دونوں ہاتھ رانوں پر رکھ دیے، اور کہا: اے محمد۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ مجھے اسلام کے بارے میں بتائیے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اسلام یہ ہے کہ تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں، تو نماز کا اہتمام کر، زکۃ ادا کر، رمضان کے روزے رکھ، اور اگر اللہ کے گھر تک سفر کی استطاعت ہو تو اس کا جگ کر۔) اس نے کہا: آپ نے سچ فرمایا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہمیں اس پر تعجب ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتا بھی ہے اور خود بھی تصدیق بھی کرتا ہے۔ پھر اس نے کہا: مجھے ایمان کے بارے میں بتائیے۔ آپ نے فرمایا: (اسے تو اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور آخرت کے دن پر ایمان رکھے اور بربری تقدیر پر بھی ایمان لائے۔) اس نے کہا: آپ نے درست فرمایا۔ پھر اس نے پوچھا: مجھے احسان کے بارے میں بتائیے۔ آپ نے فرمایا: (یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔) اس نے کہا: آپ مجھے قیامت کے بارے میں بتائیے۔ آپ نے فرمایا: (جس سے اس (قیامت) کے بارے میں سوال کیا جا رہا ہے، وہ پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔) اس نے کہا: تو مجھے اس کی علامات بتا دیجیے۔ آپ نے فرمایا: (لوہنڈی اپنی مالکہ کو جنم دے اور یہ کہ تم نگے پاؤں، نگے بدن، محتاج، اور بکریاں چرانے والوں کو دیکھو کہ وہ اوپنی سے اوپنی عمارتیں بنانے میں ایک دوسرا کے ساتھ مقابلہ کریں گے۔) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر وہ سائل چلا گیا، میں کچھ دیرا سی کیفیت میں رہا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کہا: (عمر! تمہیں معلوم ہے کہ پوچھنے والا کون تھا؟) میں نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول زیادہ آگاہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (یہ جبریل علیہ السلام تھے، تمہارے پاس آئے تھے، تمہیں تمہارا دین سکھا رہے تھے۔)

## تیسرا درجہ: احسان

احسان کا لغوی معنی: کسی بھی کام کو بھر پورا دل لگی کے ساتھ انتہائی عمدگی سے سرانجام دینا۔

جبکہ شرعی معنی اس لفظ کے استعمال کے اعتبار سے دو الگ الگ معانی رکھتا ہے:

پہلا استعمال: لفظ احسان تنہا استعمال ہو، اور اس کے ساتھ اسلام اور ایمان کا تذکرہ نہ ہو تو اس سے سارے کا سارا دین مراد ہوتا ہے جیسے کہ لفظ ایمان اور اسلام میں پہلے گزر چکا ہے۔

دوسرہ استعمال: کہ لفظ احسان مذکورہ دونوں لفظوں کے ساتھ آئے یا کسی ایک کے ساتھ آئے تو پھر اس کا معنی ظاہر و باطن کو عدہ بنانا ہوگا، نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لفظ کی ایسی تفسیر بیان کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی اس کی اس خوبصورت انداز میں تفسیر بیان کر جی نہیں سکتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کوئے میں دریابند کرنے کی صلاحیت عطا فرمائی تھی، پنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احسان کی تفسیر میں فرمایا: (تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے تو کم

از کم یہ احسان پیدا کرو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔) درجہ احسان دین کا اعلیٰ ترین درجہ ہے، اور اس کا مقام سب سے اعلیٰ ہے، اسے درجے کے حاملین جی بھلائی کے کاموں میں سبقت لے جانے والے ہیں، اور انہیں اعلیٰ ترین درجات میں اللہ تعالیٰ کا قرب عطا کیا جائے گا۔

## محسنین کا مقام و مرتبہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث جبریل میں بتایا ہے کہ احسان کے بھی الگ الگ درجے ہیں :

پہلا مقام : یہ دونوں میں سے اعلیٰ ترین مقام ہے، وہ یہ ہے کہ آپ عبادت اس تصور سے کریں کہ گویا آپ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہیں، بعض علمائے کرام اس مقام کو "مقام مشاہدہ" کا نام دیتے ہیں، یعنی بنده اس طرح عمل کرے کہ گویا وہ خودا پنے دل کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے، اس طرح اس کا دل روشن ہو جاتا ہے، اس کے سامنے غبی چیزیں مشاہداتی چیزوں جیسی ہو جاتی ہیں، چنانچہ جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت اس ذہن کے ساتھ کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بالکل قریب ہے، اور وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے، یہ احسان دل میں رکھ کر گویا وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہے، تو اس سے اس کے دل میں خشیت، خوف، یہت اور اللہ تعالیٰ کی تعظیم حاصل ہوگی۔

دوسراء مقام : اس مقام کو علمائے کرام "مقام اخلاص" یا "مقام مراقبہ" کا نام دیتے ہیں، اس میں یہ ہوتا ہے کہ انسان یہ بات ذہن میں لاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے، اور اللہ تعالیٰ اس کے قریب ہے، چنانچہ جس وقت انسان کے ذہن میں اپنے کسی بھی عمل کے بارے میں یہ بات آجائے، یا اسی ذہن کے مطابق عمل کرے تو وہی حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ملخص ہے، کیونکہ انسان جب کوئی بھی کام مکمل توجہ سے کرے تو غیر اللہ کی جانب وھیان ہی نہیں جاتا، اور عمل بجالانے کا مقصد بھی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات بن جاتا۔ تو جس وقت انسان اس مقام کو پالے، تو اس کے لیے پہلے مقام کو پانا آسان ہو جاتا ہے، اسی لیے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بیان کرتے ہوئے اس دوسرے مقام کو پہلے کے لیے زینہ قرار دیا، اور فرمایا : اگر تم اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ رہے تو یہ بھجو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ کی بندگی کرتے ہوئے یہ بات ذہن میں ہو کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے، اس کی خلوت و جلوت دونوں سے واقف ہے، ظاہر و باطن اس کے لیے آشکار میں، کوئی بھی چیز اللہ تعالیٰ سے او جھل نہیں ہے، تو پھر اس کے لیے پہلے مقام تک پہنچا آسان ہے کہ ہمیشہ انسان اللہ تعالیٰ کو اپنے قریب سمجھے، اللہ تعالیٰ کی معیت کو محسوس کرے اور یہ تصور لائے کہ گویا وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو دیکھ بھی رہا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گویں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنا فضل عظیم عطا فرمائے۔

اس بارے میں مزید کے لیے آپ سوال نمبر : (219) اور (14055) کا جواب ملاحظہ کریں۔

معارج القبول، ازاد شیخ حاتم الحکی : (20/2) 326-33-328) الجموع الشیئن ازا بن عشیں (1/49، 53) جامع العلوم والحكم ازا بن رجب حنبلی (1/106)۔